انعقاد رمضان وعیدین میں رؤیت قمر کی شرط میں حکمت ایک تحقیقی جائزہ

Moon-Sighting and Determination of Dates of Fasting and the Two Islamic Festive Days An Analysis

☆ ڈاکٹر صالح الدین حقانی

ABSTRACT

According to the Prophetic injunction, the fasting in the month of Ramadan, end of the fasting in that month, and determination of Eid al-Adha date should be based on moon sighting by at least two authentic persons. But due to advanced lunar movement calculations majority of Muslim nations prefer the lunar calendar in determining dates of Ramadan and the two Islamic festivals, Ôd al-FiÏr and Eid al-Adha. This article attempts to prove that pre-calculated lunar calendar cannot be the basis of determining the dates of the fasting month and Islamic festive days; and the only Islamic way to begin fasting month and celebrate festive days is the moon sighting.

اسلامی عبادات کے لئے اوقات اور ایام کے تعیین میں سورج اور چاند دونوں کی گردش کا اعتبار کیا گیا ہے مگر اس میں فرق یہ ہے کہ اوقات کا تعیین سورج کی گردش کے حوالہ سے ہوتا ہے اور ایام کا تعیین چاند کی گردش کے حساب سے کیا جاتا ہے، مثلاً: روزے کے دن کا تعیین قمری ماہ کے طور پر رؤیت ہلال کے ذریعہ ہوتا ہے مگر روزے کے روزمرہ دورانیہ کا تعیین سورج کی گردش کے مطابق کیا جاتا ہے اسی طرح حج کے ایام کا تعیین چاند کی گردش کے حساب سے ہوتا ہے مگر حج کے ارکان وافعال مثلاً: عرفات، مزدلفہ، منٰی کے وقوف اور اوقات کا تعیین سورج کی گردش کے مطابق ہوتا ہے۔ ایام کے تعین کو چاند کی گردش کے ساتھ مخصوص کرنے کی حکمتوں میں ایک حکمت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس طرح مثلاً رمضان مختلف موسموں میں آتا رہتا ہے اور اگر

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ایک مسلمان پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہو کر پچاس سال کی عمر تک پہنچتا ہے تو اسے اتنے عرصے میں سال کے ہر موسم کے روزے مل جاتے ہیں اور اسی طرح حج میں بھی یہی صورتِ حال ہوتی ہے کہ ایام حج بھی سال کے مختلف موسموں میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے جدید علوم اور سائنسی ایجادات سے بہرہ ور اقوام ہوں یا جاہل وغیر ترقی یافتہ ممالک کے لوگ سب کے لیے اسلامی عبادات کی بجاآوری فطرت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق یکساں ایام اور یکساں اوقات میں ممکن ہے۔ اسلام نے یورپ وامریکہ کے شہروں میں رہائش پذیر تعلیم یافتہ افراد کے لیے جو علم ہیئت وفلکیات سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں اور ایشیاء وافریقہ کے دورافتادہ دیہات اور صحراؤں میں بسنے والے ان پڑھ لوگوں کے لیے فرائض مذہبی بجالانے کے الگ الگ پیمانے مقرر نہیں کیے بلکہ غیر آباد اور سائنسی ایجادات سے محروم علاقوں میں آلۂ ساعت سے ناواقف مسلمان بھی انہی اوقات میں نمازیں ادا کرتے ہیں جن کے لیے ہم گھڑی کی سوئیاں اور اوقات نماز کی جدولیں دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ لوگ سورج اور ستاروں کے کیفیات سے نمازوں اور سحر افطار کے اوقات معلوم کر لیتے ہیں۔ آغاز رمضان اور عیدین کے تعین کے لیے انہیں کسی رسدگاہ سے پیش گوئی حاصل کرنے یا اس کی تصدیق کروانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انسان پر نمودار ہونے والا نیا چاند بیرونی دنیا سے انقطاع کی صورت میں بھی ان کے لیے درست ایام کی نشاندہی کر دیتا ہے یوں مہذب اور غیر تہذیب یافتہ دونوں علاقوں میں اسلامی عبادات اور تقریبات کے دنوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور یہ سلسلہ چودہ سو سالوں سے اسی طرح چلتا آ رہا ہے۔

عبادات کے لئے قمری مہینوں کو بنیاد بنا کر اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے لیے یکسانیت کا ایک مینار مقرر کر دیا ہے، ماہ رمضان کے روزوں کی مثال لیجیے، برکت والے اس مہینے کے مختلف موسموں میں گردش کرتے رہتے ہیں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ روزہ داروں کو بھوک اور پیاس کے احساس اور دوسرے موانعات سے متاثر کرنے کا جو تربیتی مقصد ہے وہ تمام عالم کے مسلمانوں کو یکساں طور پر حاصل ہو۔ یہ نہیں کہ کرہ ارض کے ایک حصے کے لوگ تو روزہ رکھنے میں ہمیشہ ایک خاص موسم کے مخصوص اثرات کا سامنا کرتے رہیں اور دوسرے حصے کے لوگ اس احساس سے محروم رہیں۔ اگر ہم چاند کے بڑھنے گھٹنے کے عمل پر غور کریں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ قمری ماہ کے پہلے دو ہفتے یہ ہمیں روز بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ دائرے کی صورت میں مکمل ہو جاتا ہے اس کے بعد اگلے دو ہفتے اس کی جسامت ہر روز کم ہوتی نظر آتی ہے اور

ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس کا وجود بالکل غائب ہوجاتا ہے اس کے ساتھ ہی چاند بڑھنے کا عمل نئے سرے سے شروع ہوتا ہے، عین اس وقت کو قیران شمس وقمر، اتصال شمس وقمر یا اماوس کہتے ہیں، یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند ایک سیدھ میں صفر درجہ پر ہوتے ہیں۔ علوم فلکیات میں یہی وقت ''نیا چاند''(۱) کہلاتا ہے اور رصد گاہی کتب میں نئے چاند کے اوقات اسی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں اس نئے چاند کی پیدائش بھی کہتے ہیں اور چاند کی طبعی عمر اسی وقت سے شمار کی جاتی ہے۔ فلکیاتی اصطلاح کا نیا چاند اپنے ابتدائی دور میں بال سے زیادہ باریک، سورج سے بہت قریب اور اس کی طاقت ور شعاعوں کی براہ راست زد میں ہوتا ہے لہٰذا انسانی آنکھیں یا غیر معمولی قوت کی دوربینیں بھی اسے دیکھنے کے قابل نہیں ہوتیں جوں جوں چاند کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کی جسامت بڑھتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ سورج سے دور ہٹتے ہوئے اس کی شعاعوں کی طاقت سے بھی ایک حد تک محفوظ ہوتا جاتا ہے۔ بالآخر ایک وقت اس کا وجود اس قدر ہوجاتا ہے کہ سورج سے ایک خاص فاصلے پر غروب آفتاب کے بعد انسانی آنکھوں کو پہلی بار نظر آنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ نیا چاند ہے جو دوسرے الفاظ میں رؤیت ہلال کے معروف نام سے موسوم ہے۔ چاند کی پیدائش سے لے کر اس کی گولائی مکمل ہونے کے عرصہ کی اوسط مدت ''کم وبیش ساڑھے تین سو گھنٹے ہیں اس حساب سے چاند کا صرف ایک فیصد حصہ نظر آنے کے لیے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے درکار ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس جسامت کے چاند کا دیکھا جانا محال ہے۔ حقیقی رؤیت کے لیے اس کا چند فیصد ظاہر ہونا ضروری ہے اور اس کے لیے اس حساب سے مزید وقت چاہیئے۔ ماہرین فلکیات میں سے ایرون سن (۲) کے مشاہدات کے مطابق نیا چاند بہت اچھی کیفیات میں بھی اس وقت تک دیکھے جانے کے قابل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی عمر موزوں ترین مقام پر غروب آفتاب کے بعد کم از کم بیس گھنٹے نہ ہوجائے۔ کیفیات اچھی نہ ہونے کی صورت میں ہی وقت بڑھ کر بیس گھنٹے تک بھی ہوسکتا ہے۔ اس حساب سے فلکیاتی نئے چاند اور رؤیت ہلال میں کم از کم ایک روز کا فرق ہونا لازمی ہے، چونکہ نیا چاند شام کے وقت بھی دیکھنا ممکن ہے۔ لہٰذا اس لیے اس وقت تک چاند کی عمر کافی نہ ہونے کی کے باعث یہ فرق دو دن بھی ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر غروب آفتاب کا وقت تقریباً چھ بجے شام ہے مقامی وقت کے مطابق چاند کی پیدائش، ۱۱ بجے قبل از دوپہر ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ اس شام اس کی عمر صرف ۸ گھنٹے ہوگی اس لیے اس کا دکھائی دینا قطعاً ممکن نہیں اگلی شام کو اس کی عمر مزید ۲۲ گھنٹے بڑھ کر ۳۱ گھنٹے ہوجائے گی اس لیے نظر آجائے گا۔ اس طرح فلکیاتی نئے چاند اور رؤیت

ہلال میں ایک دن فرق پڑا اگر چاند کی پیدائش کا وقت اس کے برعکس دن کی بجائے ۱۱ بجے رات ہو تو یہ اگلی شام کو بھی نظر نہیں آئے گا کیونکہ اس وقت اس کی عمر صرف ۱۹ گھنٹے ہوگی جو چاند دکھائی دینے کے لیے ناکافی ہے لہٰذا رؤیت ہلال اس سے بھی اگلی شام کو ہوگی اس وقت اس کی عمر ۴۳ گھنٹے ہوگی اور مذکورہ فرق دو دن ہو جائے گا۔ (۳)

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ یا اس کے اعتقادی مواد کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کو سامنے آتی ہے کہ آغاز قمری ماہ کے لیے ہمیشہ رؤیت ہلال کو بنیاد بنایا گیا ہے رؤیت ہلال کا فیصلہ ہمیشہ سے عینی شہادتوں کی بنیاد پر کیا جاتا رہا اور اس کے لیے شرعی طور پر ایک معیار مقرر رہا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوراً وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ﴾ (۴)

''وہی (خالق کائنات) ہے جس نے بنایا سورج کو روشن اور چاند کو ایک نور اور مقرر کیں اس کے لیے منزلیں تاکہ تم جان سکو سالوں کی گنتی اور حساب''۔

اس آیت کریمہ سے ایک بات یہ واضح ہوتی ہے کہ یہ حساب چاند کی اس منزل سے شروع ہوتا ہے جس میں نور ہے یعنی دکھائی دیتا ہے دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ﴾ (۵)

''لوگ تم سے ہلالوں کے متعلق پوچھتے ہیں تو ان سے فرما دیجئے کہ یہ (ہلال) مقررہ اوقات ہیں لوگوں کے (معاملات وعبادات) اور حج (کے تعین) کے لئے۔''

ظاہر ہے کہ اس آیت میں بھی ان ہلالوں کا ذکر ہے جو لوگوں کو نظر آتے تھے اور جن کے بارے میں انہوں نے حضورﷺ سے دریافت کیا اور آپ کو وضاحت فرمانے کی ہدایت ملی۔ اس ارشاد ربانی میں ہلال اور حج یعنی عبادات کے واضح تعلق کا ذکر موجود ہے حدیث کی کتابیں رؤیت ہلال کی تفصیلات سے بھری پڑی ہیں۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ **"{صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته وانسکوا لها، فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین، وان شهد شاهدان فصوموا وأفطروا}"** (۶)

''روزہ وعید چاند دیکھ کر ہی کرو اگر ابر وغبار ہو تو تیس مکمل کرو لیکن اگر دو آدمی رویت کی شہادت دیں تو اسی کے مطابق روزہ وعید کرو۔''

یعنی ۲۹ تاریخ کی شام کو مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔ حدیث کے الفاظ میں چاند دیکھ کر روزہ رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ روزے رکھنے والے خود اپنی آنکھوں سے ضروری طور پر چاند دیکھیں بلکہ اس کا مفہوم ہے کہ: جب چاند دکھائی دے جائے۔ بادل کا لفظ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ اسلامی احکام میں نئے چاند کا مطلب اس کا آنکھوں سے دکھائی دینا ہے کیونکہ بادل چاند دکھائی دینے کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب شعبان کی ۲۹ تاریخ ہو تو لوگ رمضان المبارک کا چاند دیکھیں اگر چاند نظر آ جائے تو دوسرے دن روزہ رکھیں اگر نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کریں اور اس کے بعد رمضان المبارک کا آغاز کریں اور روزہ رکھیں حدیث پاک میں ہے کہ: { الشهر تسعة و عشرون فلا تصوموا حتى تروه و لاتفطروا حتى تروه فأن غم عليكم فاقدروله ثلاثين }(۷)

''مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے لہٰذا چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر ختم کرو اگر مطلع آلودہ ہو تو تیس کی تعداد پوری کرلو'

رؤیت ہلال رمضان کی متعدد صورتیں ہیں:

۱۔ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر آنے کی کہیں سے کوئی اطلاع نہ ملے اس صورت میں اگلے روز روزہ نہیں رکھا جائے گا اور شعبان کے ۳۰ دن پورے کرنے کے بعد رمضان المبارک کا آغاز ہوگا۔

۲۔ ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور کہیں سے کوئی اطلاع چاند دیکھنے کی نہ ملے تب بھی یہی حکم ہوگا۔

۳۔ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف ہو عام لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا اور بعض لوگوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی تو ان کی شہادت اس وقت قابل قبول ہوگی جب کہ ایک جم غفیر چاند کو دیکھنے کی شہادت دے اگر گنتی کے چند آدمی یہ شہادت دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے اور ان کی تصدیق ملک کے طول وعرض سے کہیں سے بھی نہیں ہوتی تو قاضی ان شہادت کو مسترد کردے گا کیونکہ یہ خیال کرنا ہمارے لیے آسان ہے کہ ان چند آدمیوں کو دھوکا ہوا ہے بجائے اس کے کہ ہم تمام امت کو بے بصر اور نابینا تصور کرلیں۔

جم غفیر کے متعلق علماء کی متعدد آراء ہیں۔ بعض نے اس کے لیے پانچ سو کی تعداد بتلائی ہے کسی نے ایک ہزار اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ پچاس کی تعداد جم غفیر ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس امر کا فیصلہ امام یا اس کے نائب کو تفویض کیا جائے گا جس تعداد کو وہ جم غفیر قرار دے اس تعداد کی رؤیت سے ہلال کی

رؤیت ثابت ہوجائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اتنی تعداد کو جم غفیر کہا جائے گا جن کی شہادت سے علم شرعی ثابت ہوتا ہے اور علم شرعی سے مراد غلبہ ظن ہے، صاحب درمختار اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"بل علة جمع عظيم يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم وهو مفوض الى راى الامام من غير تقدير بعدد۔" (۸)

یعنی اگر چاند دیکھنے سے بادل وغیرہ مانع نہ ہوں تو ایسی عظیم جماعت کا قول قبول کیا جائے گا جس سے علم شرعی حاصل ہوجائے اور اس علم شرعی سے مُرادغلبۂ ظن ہے اور یہ امر امام کے سپرد ہے کسی عدد کی تعین کی ضرورت نہیں۔

علامہ طحطاوی علم شرعی کے وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مراد ه الشرعي المصطلح عليه في الاصول فيشمل غالب الظن والافالعلم في فن التوحيد ايضا شرعي ولاعبرة بالظن هنا"(۹)

''علم شرعی سے مراد وہ علم ہے جو اصول فقہ کی اصطلاح میں علم شرعی کہلاتا ہے (جو استنباط احکام کے لیے کافی ہے) اور یہ غلبہ ظن کو شامل ہے ورنہ عقائد کو بھی علم شرعی کہا جاتا ہے (لیکن وہاں اس سے مراد علم یقینی ہوا کرتا ہے کیونکہ عقائد کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی درکار ہے) یہاں غلبہ ظن کا اعتبار نہیں''۔

۴۔ اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو تو ہلال رمضان کے لیے ایک عادل، مستور الحال مسلمان بھی چاند دیکھنے کی خبر دے تو رؤیت ہلال ثابت ہوجائے گی اور ہلال رمضان کی رؤیت کی خبر دینے والے کے لیے دوسرے گواہوں کی طرح نہ لفظ'' اشہد '' کہنا ضروری ہے اور نہ مجلس قضا ضروری ہے اور نہ دعویٰ دائر کرنے کی ضرورت ہے اس سلسلے میں صاحب درمختار لکھتے ہیں:

" وقيل بلادعوى، وبلالفظ اشهد، وبلا حكم ومجلس قضاء، لانه خبر لاشهادة للصّوم مع علة كغيم وغبار، خبر عادل او مستورالحال على ماصححه البزازي على خلاف ظاهر الرواية لافاسق اتفاقا"۔(۱۰)

''دعوی لفظ اشہد، حکم اور مجلس قضاء کے بغیر ایک آدمی کی خبر جو عادل ہو یا مستور الحال، صوم رمضان کے لیے قبول کی جائے گی کیونکہ یہ خبر ہے شہادت نہیں یہ اس وقت جب کہ مطلع ابر آلود ہو یا غبار آلود''

ہلال رمضان کی رؤیت کے بارے میں جاننے کے بعد ہلال عید کی بھی مختلف صورتیں ہیں ان میں دوصورتیں

وہی ہیں جو ہلال رمضان میں بتائی گئیں جو ہلال عید کی رؤیت کی دو صورتیں ہلال رمضان کی رؤیت سے مختلف ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اگر مطلع صاف ہو تو پھر رؤیت ہلال عید کے لیے جم غفیر کا دیکھنا ضروری ہے۔

۲۔ اگر مطلع صاف نہ ہو تو پھر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو مسلمان ہوں عادل ہوں وہ قاضی کے روبرو شہادت دیں اور قاضی جرح وقدح کے بعد ان کی شہادت کو قبول کرلے تو ہلال عید کی رؤیت ثابت ہو جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہر شہر، قصبہ اور ہر فرد کے لیے رؤیت ہلال ضروری ہے یا کسی ملک وعلاقہ میں ایک جگہ دیکھا جانا وہاں کے تمام باشندوں کے لیے کافی ہے اس سلسلے میں اگر چہ بعض ائمہ احناف سے یہ مروی ہے کہ اختلاف مطلع کا کوئی اعتبار نہیں، اگر مشرق میں چاند دیکھا جائے اور اہل مغرب کو شرعی طریقے سے اس کی رؤیت کا علم ہو جائے تو وہ بھی روزہ رکھیں یا عید منائیں لیکن علماء و محققین کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اگر دو علاقوں کے درمیان بعد مسافت قلیل ہو تو اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں ہوگا اور اگر بعد فاحش ہو یعنی بہت زیادہ دوری ہو تو پھر اختلاف مطلع کا اعتبار ہوگا۔ اگر ملک کے ایک شہر میں تو چاند دیکھا گیا لیکن فلک کے دوسرے حصوں میں ہلال کے رؤیت متحقق نہ ہوئی۔ اب وہاں کے لوگوں پر اس رؤیت کے مطابق روزہ رکھنا یا عید منانا لازم ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہاء نے جواب دیا ہے کہ جہاں کے بھی ''طرق موجب للعلم الشرعی'' سے روایت کا ثبوت ہو جائے گا وہاں کے لوگوں پر لازم ہوگا کہ وہ اس رؤیت کے مطابق عمل کریں۔ مطلب یہ کہ ایسے ذرائع جن سے رؤیت ہلال کا علم شرعی حاصل ہو جاتا ہے ان میں سے اگر ایک ذریعہ سے بھی رؤیت ہلال ثابت ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا لازمی ہو جائے گا۔ یہ بات ملحوظ نظر ہو کہ علم شرعی سے یہاں علم یقینی مراد نہیں بلکہ غلبہ ظن مراد ہے۔ علماء نے بطور مثال نہ کہ بطریق حصر مندرجہ ذیل تین طرق موجبہ کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ چاند دیکھنے والے اپنی شہادت پر دو آدمیوں کو گواہ بنائیں اور انہیں کہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تم ہماری رؤیت پر لوگوں کے سامنے شہادت دے سکتے ہو کہ فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا ہے۔

۲۔ قاضی کی قضاء پر دو آدمیوں کا شہادت دینا کہ فلاں علاقے کے قاضی نے رؤیت ہلال کے بارے میں ہمارے روبرو فیصلہ کیا ہے اور ہم اس کے فیصلے پر شہادت دیتے ہیں۔

۳۔ استفاضہ خبر: جس شہر میں چاند دیکھا گیا ہے وہاں سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد دوسرے شہر یا علاقہ

میں آکر بتائے کہ فلاں فلاں آدمی نے چاند دیکھا ہے۔

علامہ شامی کی ذیل کی عبارت سے ایک چوتھے طریقہ کا بھی عندیہ ملتا ہے کہ اگر حاکم اسلام نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا ہے کہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو اگر چاند نظر آجائے تو فائرنگ کی جائے یا بلند میناروں پر قندیلیں روشن کی جائیں تو جہاں تک ان توپوں کی آواز پہنچے گی، جہاں تک ان قندیلوں کی روشنی نظر آئے گی وہاں تک لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہوگا اسی طرح عیدالفطر کا حکم ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں: ''یلزم اهل **القری الصوم بسماع المدافع او رؤیة القنادیل من المصر لانه علاقة ظاهرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به واحتمال کون ذالك لغیر رمضان بعید اذ لایفعل مثل ذالك عادة فی لیلة الشك الالثبوت رمضان۔**''(۱۱)

''یعنی شہر سے قندیلوں کی روشنی دیکھنے یا توپوں کی آواز سننے سے قریہ والوں پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھیں کیونکہ یہ علامت ظاہر ہے جو غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور غلبہ ظن حجت موجبہ ہے عمل کے لیے جیسے کہ اس کی تصریح کی گئی اور اس امر کا احتمال کہ یہ توپیں یا قندیل کی روشنی رمضان کے لیے نہ ہوں بلکہ کسی اور مقصد کے لیے ہوں بعید ہے کیونکہ عادت یہ ہے کہ شک کی رات کو اس طرح کا فعل نہیں کیا جاتا مگر ثبوت رمضان کے لیے یہ فعل کیا جاتا ہے''

فقہاء کرام نے جب توپ کی گونج دار آواز اور قندیلوں کی روشنی کو طرق موجبہ میں شامل کیا ہے جو رؤیت ہلال کے لیے محض علامت ہے تو ریڈیو وغیرہ کے اعلان کو طرق موجبہ میں شمار نہ کرنا شاید بے انصافی ہوگی کیونکہ رؤیت ہلال کمیٹی شرعی شہادت کے بعد رؤیت کا فیصلہ کرتی ہے اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کل رمضان ہوگا یا عید ہوگی۔ رہا اعلان رؤیت تو یہ بھی حضور ﷺ کے ذیل کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے: ''عن **ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی قال انی رایت الهلال یعنی هلال رمضان فقال اشهدان لااله الاالله قال نعم قال اشهدان محمدا لرسول الله، قال نعم، قال یابلال! اذن فی الناس ان یصوموا غدا**''(۱۲)

''عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے چاند دیکھا یعنی رمضان کا چاند دیکھا ہے حضور ﷺ نے فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں، اس نے جواب دیا ''جی ہاں'' پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے

رسول ہیں، اس نے جواب دیا جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا اے بلالؓ! لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔''

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ گواہ کا گواہی دیتے وقت قاضی کی عدالت میں موجود ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اس پر جرح کر کے اس کے عادل یا فاسق، صادق یا کاذب ہونے کا فیصلہ کر سکے، ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے اگر کوئی شخص شہادت دے گا تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگی لیکن اگر گواہ قاضی کی عدالت میں پیش ہو کر گواہی دیتا ہے اور قاضی اس پر جرح وقدح کر کے اس کی گواہی کو قبول کرتا ہے اور اس کے مطابق شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اس کے بعد قاضی یا قاضی کے نائب کا ریڈیو وغیرہ کے ذریعے یہ اعلان کرنا کہ شرعی شہادت کے مطابق چاند کی رؤیت ثابت ہوگئی ہے تو ایسے اعلان کے حجت موجب العلم الشرعی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

رؤیت ہلال کی مذکورہ شرعی بحث کے بعد اس کی پیشن گوئی کی طرف آتے ہیں۔ یہ بات تو صحیح ہے اور سائنس دان خود بھی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہر ماہ کی رؤیت ہلال کی حتمی پیشن گوئی کرنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے مشاہدات کی رو سے واضح ہوتا ہے کہ رؤیت ہلال کے لیے بہترین کیفیات میں بھی ۲۰ گھنٹوں سے کم عمر کا چاند نظر نہیں آتا۔ ۳۰ گھنٹے کی عمر کا چاند عموماً دکھائی دے دیتا ہے۔ ۲۰ تا ۳۰ گھنٹوں کی عمر کا چاند کبھی نظر آ جاتا ہے ممکن ہے یہ مشاہدات ان علاقوں کی ترجمانی کرتے ہوں جہاں صنعتی کارخانوں کی بہتات ہو یا وہاں کی عمومی زندگی میں تیل اور پٹرول کے باعث پیدا ہونے والے دھوئیں یا گرد وغبار کی زیادتی کے باعث فضا کا شفاف پن متاثر ہوتا ہو اس لیے ۲۰ گھنٹے کی اس کم از کم مدت میں کچھ رعایت دی جا سکتی ہے اگر ہم اسے ۱۷ یا ۱۸ گھنٹے کی حد تک پیچھے لے جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ کسی جگہ پر بھی شام کے وقت اس سے کم عمر کا چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر چاند نظر آ جانے والی مدت کو احتیاطاً اتنا ہی بڑھا کر ۳۲ یا ۳۳ گھنٹے تک لے جائیں تو رؤیت ہلال کے امکانات قوی تر ہو جائیں گے۔ درمیانی مدت جو غیر یقینی میعاد کے زمرے میں آتی ہے اس کے چاند دیکھنے کے لیے ماہرین سے مدد لی جا سکتی ہے وہ ہر ماہ آسمان پر نئے چاند کی موجودگی کے صحیح رخ کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ تاکہ اسے درست سمت تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ نئے چاند کی ایک خاص عمر کو حد فاصل قرار دے کر رؤیت ہلال کے پیشگی تعین کر دینے کا عمل بہت سی پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ سب سے پہلے اس بات کا یقین حاصل کرنا ہوگا کہ اس عمر سے زیادہ کا چاند

ضرور نظر آجاتا ہے اور اس سے کم عمر کا بالکل نہیں۔ اس کے لیے کوئی بھی حد متعین کرنا سائنسی اور شرعی اصولوں کے تحت کسی طور پر درست نہیں ہوسکتا، ویسے بھی اس طرح بعض اوقات مضحکہ خیز صورت پیدا ہوسکتی ہے۔

فرض کریں کہ کسی ماہ حد فاصل سے کم عمر کا چاند، جو رؤیت ہلال کے نہ ہونے کا ایک متعینہ معیار بنادیا گیا ہے۔ اچھی کیفیات کے باعث خلاف توقع نظر آجائے تو ملک میں کیا کیفیت برپا ہوگی؟ رؤیت ہلال نہ ہونے کے حتمی پیشگی فیصلہ کے باعث بے فکر عوام سخت الجھن میں پڑ جائیں گے۔ آنکھوں دیکھے چاند کو وہ عدم رؤیت کیسے تصور کریں گے؟ اگر اس عجیب وغریب صورت حال سے بچنے کے لیے حد فاصل کو اس قدر پیچھے کردیا جائے کہ اس سے دو تین گھنٹے زیادہ عمر کا چاند بھی کسی صورت دکھائی نہ دے سکتا ہو تو اس درمیانی عرصہ کے دکھائی نہ دے سکنے والے چاند کو کس شرعی سند کے تحت رؤیت ہلال قرار دیا جائے گا؟ لہٰذا چاند کی ایک خاص عمر کو رؤیت ہلال قرار دینے کا خیال ناممکن العمل ہے۔(۱۳)

بعض لوگ قمری مہینے کی ۳۰ تاریخ کی شام کو دکھائی دینے والے نئے چاند کی جسامت کو نسبتاً بڑا دیکھ کر یہ قیاس آرائی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لازمی طور پر دوسری رات کا چاند ہے۔ یہ سوچ چاند کے فلکیاتی نظام سے لاعلمی پر مبنی ہے نئے چاند کی جسامت کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا، اس کا اندازہ اس کی عمر سے کیا جاسکتا ہے ماقبل میں بیان کیا جاچکا ہے کہ ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق ۲۰ گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا اور ۲۰ سے ۳۰ گھنٹے کے درمیانی عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے اس طرح چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے کی عمر ۵۰ سے بھی زائد گھنٹوں تک ہوسکتی ہے لہٰذا مختلف عمروں کے چاند مختلف جسامت کے حامل ہوتے ہیں اس کی وضاحتیں درج ذیل مثالوں سے ہوگی۔

اگر ایک قمری مہینے کی ۲۹ تاریخ کی شام کو ایک مقام پر چاند کی عمر ۲۱ گھنٹے ہے اور اس کے دیکھے جانے میں کوئی فلکیاتی کیفیت مزاحم نہیں لہٰذا رؤیت ہوگی۔ اگر اس کی عمر ۱۸ گھنٹے ہوتی تو وہ نظر نہ آتا بلکہ اگلی شام کو مزید ۲۲ گھنٹے گزر جانے کے باعث ۲۲ گھنٹے کی عمر ہوجانے پر پہلی مرتبہ دکھائی دیتا۔ اب اندازہ کیجیے کہ نیا چاند اول صورت میں ۲۱ گھنٹے کی عمر میں نظر آگیا جب کہ دوسری صورت میں ۲۲ گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا دونوں چاند پہلی رات کے ہیں لیکن مؤخر الذکر صورت میں اس کی عمر دوگنا ہوجانے کے باعث اسی قدر جسامت کا حامل ہوگا اور اسی حساب سے افق سے کافی بلند ہوگا جسے لوگ غلطی سے دوسری رات کا چاند خیال کریں گے۔ نیا چاند اس سے بھی بڑی جسامت کا ہوسکتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ۲۰ سے ۳۰ گھنٹوں کے

درمیانی عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر بھی ہوتا ہے لہٰذا فرض کیجئے کہ ۲۲ گھنٹے کی عمر کا چاند فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکا جب وہ اگلی شام کو نظر آئے گا تو اس کی عمر میں ۲۲ گھنٹے کا مزید اضافہ ہو کر ۲۸ گھنٹے ہو چکی ہوگی، لہٰذا وہ مذکورہ بالا مثال میں ۲۲ گھنٹے کی عمر میں دکھائی دینے والے چاند سے بھی بڑا ہوگا۔ یہی نہیں بلکہ ایک صورت میں پہلی رات کا چاند دوسری تاریخ میں داخل ہوگیا تو اس کی عمر (۲۱ جمع ۲۴) ۴۵ گھنٹے ہوگی، جبکہ مثال دوم میں پہلی رات کا چاند ۲۸ گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا لہٰذا ظاہر ہوا کہ پہلی رات کا ۲۸ گھنٹے کی عمر کا چاند دوسری رات کے ۲۵ گھنٹے کی عمر کے چاند سے بھی بڑا ہے۔ (۱۴)

عوام الناس میں یہ تصور عمومی طور پر پایا جاتا ہے کہ چودھویں رات کو چاند پوری شب مکمل دائرے کی صورت میں روشن ہوتا ہے اس تصور کے تحت بعض لوگ چاند کی گولائی کی ظاہری تکمیل سے اس ماہ کی رؤیت ہلال کی درستگی کا اندازہ کرتے ہیں جب کہ حقیقت میں یہ معیار درست نہیں کیونکہ چاند کی روشن جسامت لحہ بہ لحہ مسلسل بڑھتی یا گھٹتی رہتی ہے قمری مہینے کے نصف اول میں بڑھتے رہنے کے عمل کے بعد ایک لحہ ایسا آتا ہے کہ زمین کے مقابل چاند کی پوری جسامت روشن ہو جاتی ہے فلکیات کی اصطلاح میں اسے ''فل مون'' (۱۵) یا ماہ کامل کہا جاتا ہے اور یہ وقت کرۂ ارض پر صبح، دوپہر شام اور رات کے ۲۲ گھنٹے پر پھیلے ہوئے اوقات میں کوئی لحہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس کی روشن سطح کے گھٹنے کا عمل جاری ہو جاتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ چاند ساری رات یکساں جسامت کے ساتھ روشن نہیں رہتا محض آنکھوں سے چاند دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ یہ پورا چاند ہے بالکل ممکن نہیں اور نہ ہی بظاہر پورا دکھائی دینے والے چاند پر گھنٹوں نظر جما کر بھی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تکمیل کے مرحلے میں ہے یا اس کے بعد مسلسل گھٹنے کے عمل میں ہے۔ یہ کام رصد گاہی آلات ہی انجام دے سکتے ہیں جس طرح ماہرین فلکیات اپنے خصوصی فارمولوں سے چاند کی پیدائش کے ماہانہ اوقات کا تعین کرتے ہیں اسی طرح وہ ہر مہینے کے ماہ کامل کے اوقات بھی معلوم کرتے ہیں پس چودھویں رات کے عمومی تصور سے اس ماہ کی رؤیت ہلال معلوم کرنے کا معیار مقدر کرنا درست نہیں۔ (۱۶)

مطالع کے اعتبار پر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا اجماع سکوتی:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک، خلفاء راشدین اور سلف صالحین سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہے کہ مدینہ منورہ میں نظر آنے والے چاند کے دور دراز کے شہروں اور دیگر ممالک کے لیے کافی قرار دیا گیا ہو یا دوسرے

شہروں میں بھی چاند نظر آنے کا حکم جاری کیا گیا ہو جیسا کہ ذیل کے ایک اثر سے مترشح ہوتا ہے۔

{عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الی معاویة بالشام قال: فقدمت الشام فقضیت حاجتها واستهل علیّ رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت الی المدینه فی آخر الشهر فسألنی عبدالله بن عباس رضی الله عنهما ثم ذکر الهلال فقال متی رأیتم الهلال؟ فقلت رأیناه لیلة الجمعة فقال انت رأیته ؟ قلت نعم آراه الناس وصاموا وصام معاویة ۔ فقال: لکنا رأیناه لیلة السبت فلاتزال نصوم حتی تکمل ثلاثین او نراه۔" فقلت: اولاتکتفی برؤیته معاویة وصیامه؟ فقال: لاهکذا امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم}۔ (۱۷)

''جناب کریب رحمہ اللہ مولیٰ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں جب میں ملک شام میں تھا تو میں نے خود بھی جمعہ کی رات ماہ رمضان کا چاند دیکھا اور مدینہ میں ہفتہ کی شام کو دکھائی دیا پھر اسی مہینہ کے آخر میں جب میں مدینہ آیا تو سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کب چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں اور دوسرے کئی لوگوں نے بھی دیکھا تھا نیز ان سب نے روزہ رکھا اور امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا اس موقع پر سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا: لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا تھا اس لیے ہم روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم تیس روزے رکھ لیں اور یا پھر خود (شوال کا) چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ آپ معاویہؓ کی رؤیت اور روزوں کا اعتبار نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں (کیونکہ) ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی بات کا حکم دیا ہے''

صاحب مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں محققین حنفیہ، مالکیہ اور اکثر شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر دو شہروں کے درمیان فاصلہ اتنا کم ہو کہ اس سے مطلع میں فرق نہیں آتا جیسے بغداد اور بصرہ تو وہاں کے باشندوں کے لیے کسی ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر والوں کے لیے معتبر ہوگی اور اگر فاصلہ زیادہ ہو جیسے عراق، حجاز اور شام تو ہر شہر والوں کیلئے اسی شہر کی رؤیت معتبر ہوگی علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ دور دراز کے شہروں کے درمیان ایک دوسرے کی رؤیت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً اُندلس (سپین) اور خراسان (ایران)۔ ہاں ایک بڑے شہر اور آس پاس کے شہروں کے لیے ایک شہر کی رؤیت معتبر ہوگی''۔ (۱۸)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

{ لا تصوموا حتىٰ تروا الهلال وَلَا تُفطِرُوا حتىٰ تَرَوا الهلال فإن غم عليكم فاقدروا له }[19] ''روزہ اس وقت تک نہ رکھ جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھ لو اور عید اس وقت تک نہ مناؤ جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ پھر اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو اس کے لیے اندازہ لگاؤ (شعبان کی تعداد تیس دن پورے کر کے رمضان سمجھو)۔''

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے رؤیت ہلال سے متعلق جو وضاحت فرمائی اس سے کسی صحابی یا تابعی نے اختلاف نہیں کیا گویا اس مسئلہ پر صحابہ کرام اور تابعین کرام کا اجماع سکوتی پایا گیا اس کے خلاف کسی صحابی اور تابعی سے کچھ بھی ثابت نہیں اگر متاخرین نے اس سلسلہ میں کچھ کہا ہے تو وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہے اور بس۔ محدثین نے حدیث ابن عباسؓ سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں حدیث کریب پر یہ باب منعقد کیا: ''ہر شہر میں وہیں کی رؤیت معتبر ہے اگر کسی دوسرے شہر میں چاند دیکھا جائے جو اس شہر سے دور ہو تو اس شہر کے لیے اس کی رؤیت معتبر نہیں ہے۔''[20]

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب باندھا ہے: ''اس بات کا بیان کہ جب دوسرے شہروں کی بنسبت کسی شہر میں ایک رات پہلے چاند نظر آجائے''۔ حدیث باب اس بات کی دلیل ہے کہ تمام شہروں کے رہنے والوں کے روزے اور رمضان اپنی ہی رؤیت سے واجب ہیں نہ کہ ان کے غیر (دوسرے شہر) کی رؤیت سے۔[21]

امام ترمذی جو اکثر مسائل میں اختلاف ائمہ بھی ذکر کرتے ہیں اس مقام پر انہوں نے کسی کا اختلاف ذکر نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلف صالحین کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا اور اختلاف بعد میں شروع ہوا۔

البتہ جن جن شہروں کا مطلع ایک ہی ہے اور چاند ان شہروں میں عموماً ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں بآسانی نظر آجاتا ہے (مثلاً کراچی اور حیدرآباد) تو اگر ان میں سے کسی شہر میں بادلوں کی وجہ سے چاند نظر نہ آسکا تو پھر دوسرے شہر کے چاند کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔[22]

غور طلب بات یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ اس دور میں مملکت اسلامیہ کے سربراہ اور خلیفہ تھے لیکن اس کے باوجود سیدنا ابن عباسؓ نے امیر المؤمنین کے اس عمل کو اپنے اور اہل مدینہ کے لیے حجت اور دلیل نہیں بنایا

بلکہ اس سلسلہ میں انہوں نے آیت: ﴿فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول﴾ (سورۃالنساء:۵۹)

''پس اگر تمہارے درمیان کسی چیز پر کوئی اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو'' پر عمل کرتے ہوئے براہ راست نبی ﷺ کے فرمان کو دلیل بنایا اور اس کا ثبوت ان کے یہ الفاظ ہیں:

'ھکذا امرنا رسول اللہ ﷺ'

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے''

نتائج بحث:

نص نبوی ﷺ انعقاد رمضان وعیدین کے لیے صرف مندرجہ ذیل دو ذرائع پر عمل کرنے کی سفارش کرتی ہے۔

الف۔ رؤیت ہلال

ب۔ تعدید ایام

اس حوالے سے اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو نص نبوی ﷺ کی رو سے رؤیت اصل ہے اور اسی ہی کو حجت مانا جائے گا۔ مزید یہ کہ نص نبوی ﷺ رؤیت ہلال پر دلالت کرتی ہے ولادت ہلال پر نہیں۔ اسلام کے ذرائع اِثبات کی رو سے دو گواہوں کی گواہی معدوم از نظر عام کے اِثبات پر طلب کی جاتی ہے۔ اسلام نے کبھی بھی نفی کے وجود پر گواہی طلب نہیں کی ہے مثلاً مقدمہ قتل میں دو گواہوں کا اعتبار کیا جاتا ہے اگرچہ عام شہر واردات کی گواہی نہیں دیتی وعلیٰ ہذا القیاس۔

زیر نظر مسئلہ میں نوٹ کیا گیا کہ رؤیت ہلال کا عمل، اس کے لوازمات، انسان کی بصری طاقت، عمومی اور فوجداری مقدمات میں عمل شہادت اپنی محل پر باقی اور ممکن العمل ہیں لہٰذا فلکیاتی آراء کو اس کا تبع مانا نہیں جا سکتا۔ جہاں تک دیانت کے تحقق کا تعلق ہے تو وہ ایک قلبی اور وجدانی عمل ہے جو عہد نبوی ﷺ میں بھی قابل اخذ وادراک نہیں رہی لہٰذا ''تزکیۃ الشھود'' کے عمل کو اس کا قائم مقام بنایا گیا جیسے کہ قتل عمد میں ''تحقّق عمد'' کے لیے آلۂ جارحہ کو اس کا قائم مقام بنایا گیا ہے اِلّا یہ کہ ماہرین فلکیات خود رؤیت کے اِثبات پر بطور گواہ پیش ہوں اور شہادت کے مطلوبہ معیار پر پورہ اترتے بھی ہوں تو پھر ان کی بیان کو شہادت گردانا جائے گا۔

ج۔ ہر شہر کے لیے وہاں کے رؤیت کا اعتبار معتبر گردانا جائے گا۔

حواشی وحوالہ جات

ا۔ (Meevs, Jean (2002). The duration of the lunation, in more mathematical Astronomy Morsels. Willmann-Bell, Richmond VAVSA. PP 1931 ISB No. 943396-74-3)

۲۔ آپ نے 1972ء میں کیلیفورنیا سے B.Sc جبکہ 1977 میں ہاورڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی 1973ء میں یونیورسٹی آف اریزونہ میں بحیثیت پروفیسر آف ہیئت مقرر ہوئے۔
Audouze, Jean (1988). Large Scale Structures of the Universe. International Astronomical Union. xxii. ISBN 9022727422

۳۔ (M. chapront-Touze, J. chapront (1988): "ELP 2000-85: a semianalytical lunar ephermer is adequate & Astrophysics 190,342.352) اس مقالہ میں رویئت ھلال، فلکیاتی مسائل اور شرعی احکامات میں زیادہ انحصار www.banouri.edu.pk کی تحقیق پر کیا گیا ہے، ان مسائل پر یہی ویب سائٹ انتہائی مُفید معلومات رکھتی ہے۔

۴۔ سورۃ یونس:۵

۵۔ البقرۃ:۱۸۹

۶۔ سنن النسائی، کتاب الصیام(۲۲) باب قبول شھادۃ الرجل الواحد علی ھلال شھر رمضان(۸)حدیث:۲۱۱۶

۷۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم(۱۴)باب الشھر یکون تسعا و عشرین(۴)حدیث:۲۳۲۲

۸۔ الدرا لمختار، ج۳، ص ۱۰

۹۔ الطحاوی، سیّد احمد، طحاوی علی الدّر المختار، ج۱، ص ۲۲۷، مکتبہ عربیہ، کانسی روڈ کوئٹہ

۱۰۔ الشامی، محمد امین الشھیر بابن عابدین ، در مختار، ج۳، ص ۲۰۸

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ سنن الدارقطنی ، ج۳، ص۱۰۳ ، سنن الترمذی، باب الصوم بالشهادة (۳)ص ۷۱ واللفظ له

۱۳۔ حل مسئلہ رؤیت ہلال،ص ۲۸

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ Full moon lunar phase that occurs when the moon is on the opposite side of the Earth from the Sun, more precisely, a full moon occurs when the geocentric apparent (ecliptic) longitudes of the sun and moon differ by 180 degrees; the moon is then in opposition with the sun (slide man, P. Kenneth (2005).

"Phases of the moon". Explanatory supplement to the Astronomical Alamance. University Science Book. P 478. ISB No. 935702-68-7. "They are the times when the excess of the moon" apparent geocentric (Full Moon)ecliptic longitude is 0,90,180, or 270"

۱٦۔ دیکھئے (www.banuri.edu.pk) اور (ماہنامہ بیّنات(۱)،صفر المظفر ۱۴۲۸، جلد ۷۰، شمارہ ۲۰۱، (۲)اشاعت ۲۰۰۷

۱۷۔ ملاعلی قاری،مرقاہ شرح مشکوٰۃ،مکتبہ حقانیہ پشاور،(س۔ن)

۱۸۔ المناوی، محمد عبدالرؤف (تحقیق د۔محمد رضوان الدایة)التوقیف علیٰ مهمات التعاریف، دارالفکر بیروت ۱٤۱۰ھ

۱۹۔ منتهى الادب عربی فارسی

۲۰۔ مودودی،ابوالاعلیٰ،اسلامی قانون میں تجدید کی ضرورتیں،مکتبۃ الہدیٰ (س۔ن)

۲۱۔ مودودی،ابوالاعلیٰ،تفسیر تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن لاہور،۲۰۰٦ء

۲۲۔ الموسوعة الفقهية ، وزارت الأوقاف والشئون الأسلاميه،الكويت(س۔ن)

۲۳۔ موصلیؒ، عبد الله،اختیار شرح مختار، دار المعرفة بیروت(س۔ن)

۲۴۔ مولانا،سیّدزوارحسین شاہ،عمدۃ الفقہ،ادارہ مجدّدیہ ناظم آباد کراچی،۱۴۰۲ھ

۲۵۔ مولانا،عبدالحی، عمده الرعایه علی باش شرح الوقایه، مکتبه حقانیه ملتان(س۔ن)

۲۶۔ مولانا، محمد بلال، راحة العوام بأتحاد العلماء والحكام فی مسئلة العيد و الصيام،مکتبه حقانيه پشاور،۱۹۹۸ء۔

۲۷۔ نانوتوی،محمدقاسم،قبلہ نما،کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔(س۔ن)

۲۸۔ نخبة من العلماء، بحوث ودراسات فی اللهجات العربية من اصدارات مجمع اللغة العربية باالقاهره(س۔ن)

۲۹۔ النسائی، أحمد بن شعيب، المجتى من السنن، مكتبة المطبوعات الاسلامية حلب، ١٤٠٢ھ

۳۰۔ ولیز انسائیکلوپیڈ

۳۱۔ الهمدانی،محمد بن عبدالملك، تكملة تاريخ الطبرى، المكتبة الكاثو ليكية، بيروت، ۱۹۰۸ء

۳۲۔ يوسف القفطى، جمال الدين أبی الحسن، اخبار العلماء بأخبار الحكماء، دارالكتب مصر، ١٣٢٦ھ

۳۳۔ یعنی دوسرے مقام کی رؤیت کا ان کے لیے کوئی اعتبار نہیں صرف اپنی ہی رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

۳۴۔ Adams, Oscars(1921). Latitude Development Connected with Geodesy and Cartography. SPN.67US.